

تاریخ طبری کے ماخذ

نوشتہ :- ڈاکٹر جوہار علی عراقی اکادمی بغداد

ترجمہ :- جناب نثار احمد صاحب، فاروقی، دہلی یونیورسٹی دہلی

(۲)

دیوان العرب | علمائے لغت اور ادیانِ شعر نے تدوینِ تاریخ کے میدان میں ایک دوسرے سے تعاون کیا۔ چونکہ شعر کو "دیوان العرب" کہا جاتا ہے لہذا شعر کے ساتھ ان مناسبات کا درس بھی شروع ہوا، جو اس کے لیے یا اس کے غوامض کی تشریح کے لیے یا آیام و رجال یا متعلقات کے سلسلے میں بیان ہوتے تھے۔ اسی طرح کلماتِ غریبہ کی تحقیق اور لغوی تحقیق کا درس بھی اس میں شامل ہو گیا۔ یا امثال و لہجات کا یا آئینہ و قبائل کا یا آیام و رجال کا بیان ہونے لگا۔

ان تشریحات کی وجہ سے بڑا زبردست تاریخی سرمایہ جمع ہو گیا جس کی تاریخی قدر و قیمت کا انداز کرنا دشوار ہے۔ اس نے مورخوں کو بہت فائدہ پہنچایا۔ حتیٰ کہ ادب کو تاریخ سے متماثر کرنا اور تاریخ و ادب کے رابوہوں میں فرق کرنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ بعض رجال مثلاً ابی عبیدہ (متوفی ۲۰۹ھ) الحنظلیم بن عدی (م ۲۰۹ھ) محمد بن عبید (م ۲۴۰ھ) الاصمعی عبد الملک بن قریب (م ۲۱۶ھ) السکری بن سعید

۲۰۸-۲۱۳ھ 1. P. 162. BROCKELMANN: SUPPL. الارشاد ۴/۲۶۴

زیدان: تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ۲/۱۰۰ ۲۰۶-۲۰۹ھ۔ الارشاد ۴/۲۶۰، الخطیب: تاریخ بغداد ۴/۵۰
BROCKELMANN: G. A. L. I. P. 140 الصفدی: الزبانی ۱/۵۱، ایبائی: مراۃ ۲/۳۲ (باقی ص آئندہ)
SUP. P. /P 213

دم ۲۴۵ء وغیرہ۔ ادب اور تاریخ کو ملانے والی کڑی سمجھے جانے لگے اور ادب و تاریخ کی اس درمیانی کڑی کی گرفت آج تک ڈھیلی نہیں ہوئی ہے چنانچہ ابھی تک اکثر رجال ادب کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں کیا جاتا ہے۔

علم التفسیر | کچھ اور مواد نے بھی "تاریخ" کی تشکیل اور ارتقا میں حصہ لیا۔ انہیں میں علم التفسیر ہے جس کا بیشتر مواد ما قبل اسلام سے حاصل کیا گیا ہے جسے قدما کی اصطلاح میں "مبتدا" کہا جاتا ہے۔ یہ وہ قسم ہے جو سیرۃ سے پہلے آتی ہے اور سیرۃ کی ابتدا پر تمام ہو جاتی ہے۔ انبیاء و رسل کے بہت سے قصے اور ان قوموں کے حالات جن میں وہ انبیاء مبعوث ہوئے تھے مفسروں نے شرح کے ساتھ بیان کیے ہیں، حالانکہ قرآن میں ان کا ذکر اختصار سے ہوا ہے۔ ان قصوں کا ابتدائی مواد حجاز میں، خصوصاً مدینہ میں فراہم ہوا ہے پھر جو کچھ عراق میں ملا وہ مفسروں نے اس میں اضافہ کیا۔ جب اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے بارے میں علم وسیع ہو گیا تو علماء کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جو قیاس سے کام لینے لگی، اور اس نے چاہا کہ یہود و نصاریٰ کے پاس جو کچھ معارف ہیں وہ تفسیر میں بھریں۔ پھر جہاں انھوں نے نقص پایا اُسے اپنے قیاس سے پورا کر دیا۔ یہ اکثر و بیشتر وہ قصے تھے جنہیں ظاہری اعتبار پر قبول نہیں کیا جاسکتا تھا اور جو باہم متناقض تھے۔ یہ سب انھوں نے تفسیر قرآن کے لیے وضع کیے تھے۔۔۔

ان قصوں کو منقبتوں کی ایک ایسی جماعت کی سرپرستی حاصل ہو گئی جس نے ان کو حاصل کیا اور عوام کے وعظ و تنبیہ کا موضوع بنا لیا۔ خیالی عنصر کا اس میں برابر اضافہ ہوتا رہا جس سے یہ مواد پھیلنا چلا گیا، پھر اس میں زریب داستان کے لیے کلی چھند نے لگا دی۔ اسی نے منازعی و حروب اور ملاحم اور قیامت کی

(تفسیر حاشیہ) ۳۵ الفہرست / ۱۰۶، الارشاد ۶ / ۴۴۳ - ۱۰۶ SUPPL. 1 P 106 VOL 1 G. A. L.

P. 165، السیوطی: البقیہ / ۲۹ ۳۵ زیدان: تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ۲ / ۱۰۱ (۲۱۴ھ) نیز - G. A. L.

VOL 1 P. 104 F SUPPL. 1 P. 163

۳۵ ابو سعید الحسن بن العسین السکری: الفہرست / ۸، الخلیب ۴ / ۲۹۶، السیوطی: البقیہ / ۲۰۸

G. A. L. VOL 1 P. 108 SUPPL. 1 P. 169 ۳۵ المذاہب الاسلامیہ فی تفسیر القرآن (باقی ص آئندہ)

پیشین گوئیوں کی شکل اختیار کر لی۔ ان قصوں میں زیادہ تر قیامت کے واقعات کا بیان ہوتا ہے۔
 قصوں کے اس مواد نے عوام کے مذاق کو خاص طور سے اپیل کیا چنانچہ وہ بڑے اشتیاق
 کے ساتھ ان قصہ گو یوں کے پاس جاتے تھے جنہوں نے مسجدوں میں اور راستوں میں اپنے ٹھکانے
 بنا رکھے تھے یہاں وہ عموماً اسے قصے سناتے رہتے تھے جو اکثر حد معقول سے تجاوز کرتے تھے۔
 تاکہ حاکموں کو ان قصاص پر پابندی لگانی پڑتی تھی اور علماء بھی اس کی نہی کرتے تھے۔ امام احمد بن
 حنبل کا قول ہے کہ: ”بین چیزیں بالکل بے اصل ہیں، تفسیر، ملاحم اور مغازی۔“

تفسیر کو شامل کرنے سے امام موصوف کی مراد یقیناً ”تفسیر بالرائی“ ہے اور بلاشبہ یہ تفسیر
 اسی ذیل میں آتی ہے۔ یہ وہ بدعت ہے جسے صحابہ ناپسند کرتے تھے اس سے پرہیز کرتے تھے بلکہ
 اس کی نہی کرتے تھے۔

مبتدا | چونکہ ہمارے رسولؐ خاتم الانبیاء والہرسلین تھے۔ قدرتی بات تھی کہ رسالت کی تاریخ اور رسول
 کی سیرۃ مرتب کرنے کا خیال آئے اور ان انبیاء و رسل کے حالات پڑھائے جائیں جو آپ سے پہلے مبعوث ہوئے
 تھے ان کی نوعیت رسالت اور اس قوم کی حالت جس میں وہ بھیجے گئے تھے مرتب کی جائے۔ اس طرح تاریخ
 کا میدان وسیع ہوتا گیا اور تاریخ عام سے جاملے یہ اسباق تاریخ رسول و رسالت یا ”سیرۃ“ کا مقدمہ بن گئے۔
 چونکہ اسے آسانی سے بدایتہ السیرۃ کہا جاسکتا ہے اسی لیے علماء نے اس کے لیے اصطلاح ”مبتدا“ یا ”مبتدا“

(بقیہ ص سابق) اگنس گولڈزیہر ترجمہ: علی حسن عبدالقادر۔ طبع اول: قاہرہ ۱۹۴۴ء۔ ص ۵۵-۵۶
 ۵۵ المذاہب/۵۵۔ ملاحم کی کتابیں سیاست عربیہ اور عرب حکومت کے انتشار کے زمانے میں خاص طور سے
 بہت رائج ہوئیں ان سے ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ نشر و نظم میں بہت سی کتابیں
 حکومتوں کی شکست و ریخت کے زمانے میں لکھی گئیں۔ ملاحم کو علم جفر سے بھی گہرا ربط ہے۔ ملاحظہ ہو تحت الملاحم
 دائرة المعارف ۳/۱۸۸-۱۸۹) نیز DE SACY: OURESTAMATHIE ARABE VOL II
 السیروطی: الاتفاق ۲/۲۲۰ الطبری: التاريخ ۲/۶۰۶ (طبع یورپ)

GOLDZIEHER: MUHAMMEDANISCHE STUDIEN HELLE 1888-1890

VOL II P 73 D. H. MULLER BURGEN UND SCHLOSSER 15 PP 67-75

وضع کرنی ہے۔ یہ حرب عادت آدم کی تاریخ سے شروع ہوتا ہے اور بڑھتے بڑھتے سیرۃ میں مربوط ہو جاتا ہے یعنی جہاں رسول اللہ کے نسب کا بیان پہلے آتا ہے۔ پھر عام طور سے سیرۃ میں ایک اور آمیزش کردی جاتی ہے جسے ہم مغازی کہہ سکتے ہیں یہ تیسری قسم ہے۔ اس پر تاریخ سیرۃ کا اتمام ہوتا ہے۔

ابتداءے آفرینش سے ہشتاد رسول تک تاریخ عالم کا یہ ربط تاریخی فکر اور مفہوم میں بہت اہم ارتقاء پر دلالت کرتا ہے اس سے مورخوں کا یہ شعور ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تاریخ عربی کو ان بہت سے صفحات میں سے ایک صفحہ سمجھتے ہیں جن سے تاریخ عالم کی تکوین ہوتی ہے، یہ ممکن نہیں کہ یہ تاریخ دوسری قوموں سے بال لگ تھلاگ رہ سکے تیسری صدی ہجری میں وسیع تاریخی لٹریچر کے پیدا ہوجا سے یہ نظریہ اور بھی مستحکم ہو گیا، جس میں قسم ثالث (مغازی) کا غالب حصہ تھا اسی کے ضمن میں تاریخ خلفاء اسلامی فرقوں کی تاریخ، غیر مسلم امتوں مثلاً روم وغیرہ کے کوائف شامل ہونے لگے اگرچہ فی الواقع ہم اس کو مربوط و منظم تاریخی تدوین نہیں کہہ سکتے۔ ان اسباب کی بنا پر جنہوں نے اُس زمانے کے رواج عام اور انداز فکر کی وجہ سے قیاس کو مقبول بنا دیا تھا۔ مثلاً فاضلوں کی دوری، دین کا اختلاف اور وہ جنگیں جو طرفین کے نظریات میں بُد پیدا کر رہی تھیں۔

حقیقت ہم یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ اس ہیج پر سب سے پہلے کس نے اپنی کتاب مرتب کی۔ لیکن محمد بن اسحاق بن یسار (متوفی ۱۵۱ھ/۷۶۸ء) سیرۃ نگاروں میں وہ پہلا مصنف ہے جس نے اپنی کتاب میں ان تین فصلوں یعنی (۱) مبتداء، (۲) بعثت، (۳) مغازی کا اہتمام کیا ہے۔ فادد شناس پر وفیسر گیب کا کہنا ہے کہ وہ اپنے پیشرو اور ہم عصر مصنفوں میں سب سے زیادہ وسیع افق ذہنی اور دائرہ فکری رکھتا ہے کیونکہ اس نے صرف رسول اللہ کی تاریخ ہی مرتب کرنے پر توجہ مرکوز نہیں رکھی بلکہ نفس نبوت کی تاریخ لکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس اچھوتے اسلوب میں وہ انہیں تین قسموں کو شامل کرتا ہے یعنی مبتداء، یہ عصر جاہلی کی تاریخ ہے جو تخلیق کائنات اور اسی متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں جنہیں المبداء کہا جاتا ہے اور ان میں انبیاء کے قصے ہیں۔

ذکر سے شروع ہوئی ہے، اس کا بیشتر سال اوہب بن منبہ اور عمرانی مصادر سے لیا گیا ہے۔ پھر المبعث یہ ہجرت کے پہلے سال تک بعثت نبوی کی تاریخ ہے اس کے بعد مغازی، جو رسول اللہ کے سال وفات تک کے حالات کو محیط ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں اس کا یہ اسلوب تالیف اچھوتا نہیں ہے، کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ابن اسحاق نے وہب بن منبہ کے موئیفات سے فائدہ اٹھایا ہے جنہوں نے انھیں تین قسموں کے التزام سے تاریخ رسول و انبیاء بیان کی تھی۔ وہ اسے سیرۃ کا مقدمہ لازمہ اور رسالہ رسول کا طبعی تسلسل سمجھتے ہیں جو رسالتوں کے سلسلے کا خاتمہ بن کر آئی تھی۔

وہب بن منبہ نے جو کتابیں تالیف کیں یا اطلاع کرائیں ان میں کتاب المبتداء، یا کتاب المبدأ، یا کتاب السیرۃ والیسیرۃ یا مبدء الخلق شامل ہے۔ اسی سے التعلیٰ نے اپنی کتاب قصص الانبیاء میں مدد لی ہے۔ وہ عبد المنعم بن ادریس بن سنان بن ابنت وہب بن منبہ (متوفی ۲۲۸ھ) کی روایت ہے۔ کتاب السیر اور کتاب المغازی بھی ان کی تالیفات میں سے ہیں۔
طبری نے اپنی تاریخ میں کتاب المبتداء سے اقتباس کیا ہے۔ کبھی یہ اقتباس سیرۃ ابن اسحاق کے طریقے پر ہوتے ہیں لیکن المبعث میں ابن اسحاق نے اس سے کچھ نہیں لیا۔ اس کا ایک خاص سبب یہ کہ اس موضوع پر وہ انھیں مستند نہیں سمجھتا۔ یا یہ کہ یہ علماء جموعی طور پر اسے قابل اعتبار سمجھتے ہوئے بھی اس پہلو میں ناقابل استناد سمجھتے تھے لیکن حکم میں یہ معیار کفایت نہ کرتا۔ یہاں تتبع اور استقصاء کے بغیر چارہ نہ تھا۔ غالباً اسی سبب وہب بن منبہ نے ان روایات میں سبقت کی۔ ان اقسام نے اپنے نام شاید سیرۃ ابن اسحاق ہی سے حاصل کیے۔ انھیں عبد المنعم بن ادریس نے وضع کیا کسی اور نے اس پر ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔

۱۳۸ الفہرست / ۱۵۸۴۵ ENCY OF ISLAM V.4. P1084۵ خود مصدر کے ابن قتیبہ: المعارف

۱۳۸ الفہرست / ۱۵۸۴۵ ENCY OF ISLAM V.4. P.1084۵

۱۰۸۵ خود مصدر

تذکرہ سیرۃ | پھر ان مولفات کی تحقیق کرنا بھی ضروری ہے جو عروۃ بن الزبیر بن العوام (متوفی ۱۰۱ھ) اور ابان بن عثمان بن عفان (متوفی ۱۰۵ھ) اور شریک بن عبد اللہ (متوفی ۱۰۳ھ) اور عاصم بن عمر بن قتادہ (متوفی ۱۱۹ھ) اور محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (متوفی ۱۲۴ھ) اور موسیٰ بن عقبہ (متوفی ۱۴۱ھ) سے منسوب ہیں۔ ان حضرات نے سیرۃ اور مغازی میں متعدد کتابیں ترتیب دیں جنہیں حوادث نے تاراج کر دیا اور اب ان کا کچھ نشان نہیں ملتا پھر ان چند اقتباسات کے جو بعض ان کتابوں میں مکھڑے پڑے ہیں جنہوں نے ان کو اپنا مآخذ بنایا تھا یا بعض متفرق خطی اوراق یا رسالے جیسے کچھ اوراق برلین کی لائبریری میں محفوظ ہیں جنہیں مستشرقین نے دیکھا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ یہ موسیٰ بن عقبہ کی مولفہ کتاب السیرۃ کا ایک جزو ہیں۔ جو لوگ فن سیرۃ سے علاقہ رکھتے ہیں یا اس میں کچھ لکھتے ہیں یا اسے روایت کرتے ہیں انہیں اصحاب مغازی یا اصحاب السیرۃ و المغازی یا صرف اصحاب السیر کہا جاتا ہے، تاکہ وہ نساب، اہل اخبار اور دلائل بیان کرنے والوں سے الگ پہچانے جاسکیں۔ ان کی اکثر کتابوں کے نام بھی ان تین قسموں پر رکھے گئے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ مبتدأ کے بارے میں، یا سیرۃ پر یا مغازی پر فلاں کی کتاب ہے۔ علم السیرۃ کا مدنیہ میں فروغ پانا طبعی تقاضا تھا، کیونکہ یہ دعوتِ اسلامیہ کا وطن اصلی رہا ہے اور یہیں سے اسلام پھیلا۔ اس لیے سیرۃ نے بھی مدنی لباس پہن لیا اور ان خصوصیات کی حامل ہو گئی جو اہل حجاز سے منسوب ہیں۔ یعنی حدیث کی طرف ان کا میلان۔ پھر اس نے نقد

۱۵ تذکرۃ الحفاظ ج ۱، اس کا بیان ہے کہ یہ ۹۲ھ میں فوت ہوئے۔ ۱۵ - ENCY OF

ISLAM V. 4 P-441 ۱۵ خود مصدر ۱۵ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۰۶

HOROVITZ: THE EARLIEST BIOGRAPHIES OF THE - ۱۵
PROPHET AND THEIR ANTHORS. ISLAMIC CALTURE. 1927.

1, 535559, 1928 II, 22-50, 164-82, 415-526

SACHAU: DES BERLINER FRAGMENT DES M.B. II SSBA, ۱۵

1904, XI

سے ہٹ کر روایت مجتہدہ کی صورت اختیار کر لی اور اس میں خیالی گھوڑے دوڑائے جانے لگے۔ اس صورت حال کا غلبہ خلفائے راشدین کے عہد تک رہا اور عہدِ اموی میں بھی بالعموم پائی جاتی ہے، لیکن عہدِ عباسی میں اسے اپنے مرکز میں پناہ نہ مل سکی خلیفہ المنصور کے زمانے میں محمد ابن اسحاق کی ہجرت کے وقت یا اس سے ذرا پہلے اسے زوال ہوا یعنی مدنی علمائے سیرۃ کے حریف پیدا ہونے لگے۔ یہ لوگ نہ صرف بغداد اور کوفہ و بصرہ میں تھے بلکہ مصر میں بھی ظاہر ہو گئے تھے یہ طبقہ ہر چند سیرۃ ابن اسحاق سے متاثر تھا، جو اہل مدینہ کے میدان کی نمائندہ ہے، لیکن عراقی رجحان نے بہت جلد فوقیت حاصل کر لی، جو نقد، ایجاد اور عقلیت پسندی کی طرف مائل تھا اور جہاں ان روایات کا ثورہ کی چھان پھٹک عقل کی چھلنی میں کی جاتی تھی جو اہل مدینہ کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

ابن شہاب الزہری | محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے ایک بڑا بردست کا زمانہ کیا جس کا معامی اور تاریخ کی تشکیل پر گہرا اثر پڑا، یعنی وہ پہلا شخص تھا جس نے مختلف مصادر کی احادیث کا باہم مقابلہ کیا اور ان کے درمیان ربط پیدا کر کے انہیں ایک روایت کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی یہ پہلا قدم تھا جو تاریخ کے میدان میں جرأت کے ساتھ اٹھایا گیا۔ پھر اسے مورخوں نے روایات تاریخیہ کے چھاننے کا معیار بنا لیا۔ اگرچہ بعد میں اسی عمل نے غیر معتد علیہ راویوں کے لیے جعل سازی کا ایک نیا دروازہ بھی کھول دیا۔

بعد میں حوادث نے ثابت کر دیا کہ جب کبھی اس طریقے پر بطور نقد کچھ کہا گیا، یا معتز حضوں نے، جن میں اہل حدیث پیش پیش تھے، شبہات وارد کئے، تو یہ قدم ناگزیر ثابت ہوا، کیونکہ تجربات سے ثابت ہو گیا کہ تاریخ کے میدان میں اہل حدیث کے اصول پر کاربند رہنا اور کسی حادثے کے متخالف اجزاء کا تجزیہ اس طرح کر لینا کہ ہر جز اپنی جگہ پر صحیح ثابت ہو جائے، ابد تک ممکن نہیں۔ یا متون کے بڑے حصے کو اس طرح جمع کر لینا کہ ان میں ترتیب و تنظیم کی خلاف ورزی اور مناقشہ یا ردائے کا دخل نہ ہو، اور تاریخ کے وہ تقاضے پورے ہو جائیں جن کا ایک ایمان دار

دورج سے مطالبہ کیا جاتا ہے، عملاً دشوار ہے۔

تاریخ الخلافۃ | دوسری صدی ہجری میں تاریخ تحقیقات میں کچھ اور دست پیدا ہوئی جب خلافت اور خلفاء کی تاریخ لکھنے کی روش شروع ہوئی۔ اس سے پہلے بہت سی تالیفات "احداث" پر مبنی تھیں جنہوں نے تاریخ خلافت مرتب کرنے والوں کو وہ سنجیدہ مواد فراہم کر دیا تھا جو عام تاریخ لکھنے کے سلسلے میں ضروری ہوا کرتا ہے اور ان کے سامنے ایسے نادردقائق پیش کر دیے تھے جو عینی شاہدوں یا ان کے ملنے والوں سے حاصل ہوئے تھے۔ جب تدوین کا یہ رجحان اخباریوں اور احداث کا تعاقب کرنے والوں کے ذہنوں میں جوش کھانے لگا، تو انہیں میں سے ایک جماعت نے اپنے مشاہدات و مسموعات کو ڈرتے ڈرتے قلم بند کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت جب یہ لوگ ضعیف حافظہ اور جہل سے متہم ہونے لگے تھے حالانکہ صرف حافظے پر اعتماد کرنا ہمیشہ سے ان کے وعادی فخر میں رہا تھا؛ اور تصنیف و تالیف کے شغل کو اچھا نہیں جانتے تھے۔

حاکم اسلامیہ میں عراق نے عہد اموی میں تاریخ الخلافۃ اور کتب احداث کی تدوین کے سلسلے میں تقریباً پہلا نمبر حاصل کر لیا تھا اور دوسرا کوئی ملک اس کا حریف نہیں بن سکتا تھا۔ یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس نے مرکز خلافت سے بہت تھوڑے دنوں تمنع کیا تھا امویوں نے اس کی طرف پسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن دار الخلافۃ کے باشندوں کے لیے اس تاریخ کی تدوین بالکل طبعی بات تھی کیونکہ وہ اور لوگوں کی بہ نسبت حکمت کے دائرے سے قریب اور اسرار امور سے زیادہ باخبر تھے۔ اہل شام پر لازم تھا کہ وہ اہل مدینہ کی طرح ہو جائیں کم سے کم وہ لوگ جو دار الخلافۃ سے دور رہے، پھر بھی انہوں نے تاریخ خلافت سے اپنا رشتہ منقطع نہیں کیا اور ان کے رواۃ برابر احداث کا تعاقب کرتے رہے۔ اگرچہ ان معاملات

لے اشعی، تصنیف و تالیف، سے انتقال نہ رکھنے پر فخر کیا کرتے تھے۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں جو تدوین سے علماء کی نفرت ظاہر کرتی ہیں۔ "میر نے ہشام بن عروہ سے روایت کی کہ اس کے باپ نے بہت سی کتابیں جلاڑالی تھیں جن میں فقہ بھی تھی" پھر کہا: "میں اسے اہل ادب و مال کا صدقہ سمجھوں گا" (تہذیب التہذیب، ۱/۲۷۲)

میں ان میں سے اکثر کو تاہی ہوئی جو حجاز اور حجازیوں سے متعلق تھیں، یا خلافت کے وہ امور جن کا خاص تعلق دوسرے اسلامی خطوں سے تھا اور حجاز سے عمومی علاقہ رکھتے تھے؛ اسی لیے دارا خلافت کے مکاتب تاریخ شام کے معاملات پر زیادہ توجہ نہیں کرتے، الا جہاں تک وہ حجاز سے متعلق ہوں۔ اور مدنی روایت پر پوچھو تو اہل شام کے حق میں جاتی بھی نہیں۔

مدینہ اسکول | مدینہ اسلامی سوسائٹی کا دھڑ کتا ہوا دل تھا، یہی وہ شہر تھا جس نے اسلام کو پناہ دی اور اسے پر دان چڑھایا، اس لیے اسے تاریخی اہمیت حاصل تھی۔ اس مرکز کے خاص اثرات حدیث و روایت پر پڑے۔ یہ تدقیق، اور محافظت کے لیے معروف ہوا۔ اس مرکز میں روایات کی محافظت حکومت کے شام کو منتقل ہو جانے کے بعد بھی رہی۔ وہ قریش کے طبقہ انصار کا صرف گہوارہ ہی نہیں تھا بلکہ ثقافت اسلامیہ کا مرکزِ روحی بنا رہا، یہاں تک کہ اس کی قیادت کا خاتمہ ایک اور شہر یعنی بغداد نے کیا۔ چنانچہ بغداد نے سیرۃ اور مغازی پر جو خاص مدنیہ کے فنون تھے اور پھر حدیث پر بھی اپنا قبضہ جما لیا۔

حکومت کے ساتھ عدم اتفاق کے باوجود، اہل مدینہ تاریخ الخلفاء کے موضوع پر برابر توجہ کرتے رہے۔ کیونکہ نہ ہوتا جب کہ ان کے لیڈروں کا مستقبل اس سیاست عامہ سے وابستہ تھا جس نے خلافت کا رنج شام کی طرف کر دیا تھا لہذا وہ لوگ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، دوسرے ممالک اسلامیہ مثلاً عراق یا خراسان کی نسبت شامی سیاست میں زیادہ متوجہ رہتے تھے۔ پھر جب خلافت عراق کو منتقل ہوئی تو ان کی توجہ بھی ادھر مرکوز ہو گئی اور راویوں کے نزدیک ملک شام کی ثانوی حیثیت رہ گئی۔ جو کتا میں روادۃ مدینہ پر اعتماد کر کے لکھی گئی ہیں یا جن پر اس مدرسۂ فکر کا اثر ہے مثلاً سیرۃ ابن اسحاق یا ابو حنیفہ بن عبد الرحمن صاحب کتاب المغازی رحمہ اللہ،

۱۷ ابو معشر کا علم اور فن تاریخ میں خاص مرتبہ ہے۔ ائمہ نے اس کی تاریخ سے استناد کیا ہے، لیکن اسے

حدیث میں ضعیف بتایا گیا ہے، تہذیب التہذیب ۱۰/۲۲۲ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب،

ابو الفلاح عبدالحی بن عمار (متوفی ۱۰۸۹ھ) ج ۱/۲۷۸۔

خلفاء

کی تالیفات یا اقدام وغیرہ کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل مدینہ کے پاس تاریخ کے سلسلے میں بڑا دافر مواد موجود تھا اور ان کے پاس قلمی دستاویزیں بھی تھیں جو انھوں نے یا ان کے ہم عصروں نے مختلف ذرائع سے حاصل کی تھیں۔ نیز انھوں نے خلفاء کے واقعات، واپسوں اور برہمی ولایتوں کے حاکموں، یا غزواتِ روم وغیرہ کی خبریں حوالیات رسالہ وقائع کی شکل میں جمع کی تھیں اور انھیں زمانی ترتیب کے ساتھ سال بہ سال مرتب کیا تھا۔

یہ جو کچھ ہم نے مختصراً بیان کیا، محدود دائرے میں اور صرف موٹی موٹی بنیادی باتوں کے بارے میں تھا، لیکن عام طور سے علمائے اہل مدینہ کی رغبت موضوعاتِ مجردہ اور تحقیقاتِ علم کی طرف زیادہ تھی وہ نہ تفصیلی تحقیق میں جانا پسند کرتے ہیں نہ ذاتی رائے کا دخل گوارا کرتے ہیں۔

۱۷ دائرہ / ۳۸۸-

مطبوعاتِ جدیدہ

۱۲	..	(۱) تفسیر مظہری اُردو جلد چہارم غیر مجلد	۶۱۹۶۴
۲	..	(۲) حضرت عثمان کے سرکاری خطوط	
۲	..	(۳) عرب و ہند عہد رسالت میں	
۵	..	(۴) ایشیا میں آخری نوآبادیات مجلد	
	(زیر کتابت)	(۱) تفسیر مظہری اُردو جلد پنجم	۶۱۹۶۵
	(زیر کتابت)	(۲) حضرت عثمان ذی النورین	
۲	..	(۳) لاندھی دور کا تاریخی منظر غیر مجلد	
۲	..	(۴) ہندوستان - شاہانِ مغلیہ کے عہد میں مجلد	
		ناظمِ ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی	